سوال

(18) مذہب اہل حدیث

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ٹھیٹھ اسلام اور مذہب اہل حدیث ، ہر دو میں فرق ہے یا دونوں لفظ ایک ہی مطلب ادا کرتے ہیں ؟ ازراہِ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قرآن میں ہے :

''وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ'' (سورۃالنور: 55)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں''

مشکوۃ باب الاعتصام فصل اول میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے :

((قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی بعثہ اللہ فی أمتہ قبلی إلا کان لہ فی أمتہ حواریون وأصحاب یأخذون بسنتہ ویقتدون بأمرہ ثم إنہ أتخلف من بعدہم خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمرون فمن جاہدہم بیدہ فہو مؤمن ومن جاہدہم بلسانہ فہو مؤمن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مؤمن ولیس وراء ذلک

من الإيمان حبة خردل رواه مسلم .))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے ہر نبی کے دوست اور اصحاب تھے ۔ جو اس کے طریقہ کو لیتے اور اس کے حکم پر چلتے ۔ پھر ان کے بعد نالائق پیدا ہو جاتے ۔ جو کہتے وہ بات نہ کرتے اور کرتے وہ بات جو نہ حکم دیے جاتے ۔ ، پس جو شخص جہاد کرے ان سے اپنے ہاتھ کے ساتھ وہ مومن ہے اور جہاد کرے اپنی زبان کے ساتھ وہ مومن ہے اور جو جہاد کرے اپنے دل کے ساتھ (یعنی دل سے برا جانے اور دشمنی رکھے) وہ مومن ہے اور درے اس کے ایک رائی برابر بھی ایمان نہیں ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے ۔

کتاب رزین اور کتاب المدخل للبیھقی میں ہے :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل والجاہلین . (مشکوۃ مع مرقاۃ کتاب العلم فصل ثانی)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دینی علم کو ہر خلف سے عدول (یعنی ثقہ لوگ) اٹھائیں گے ۔ جو دور کریں گے اس سے تحریف حد سے بڑھنے والوں کی اور جھوٹ باطل والوں کا اور تاویل جاہلوں کی ۔

صحابہ رضی اللہ عنھم کا طریق

اس آیت اور دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا ۔ کہ جس طریق پر صحابہ تھے وہی رسول اللہ ﷺ دنیا میں چھوڑ کے گئے تھے .... اسی کو اللہ نے پسند کیا ۔ اس آیت سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں خلیفہ بنائے گا اور تمہارے دین کو جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے ۔ جگہ دے گا ۔ سو یہ وعدہ پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے ہاتھ پر پورا ہوا ہے اور پہلی حدیث سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ ہر نبی کے حواری اور اصحاب تھے جو اس کے طریق پر چلتے تھے ۔ پھر پیچھے نالائق پیدا ہو جاتے ہیں ۔ اس سے مقصود آپ کا یہ تھا کہ میری امت میں ایسا ہی ہوگا ۔ اسی واسطے اخیر میں فرمایا کہ جو شخص ان سے تلوار کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے ..الخ ..... اور دوسری حدیث سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں علی العموم فرمایا ہے کہ ہر خلف میں عدول ہوں گے ۔ رسول اللہ ﷺ اپنے بعد جن کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے ۔ وہ سب آپ کے خلف تھے اور صحابہ رضی اللہ عنھم ان خلف کے عدول تھے ۔ پس وہ اس حدیث کے اول مصداق ہوں گے ۔ پس اس آیت اور ان دونوں حدیثوں اور ان جیسی اور آیتوں وحدیثو

حاشیہ

(جیسے آیہ کریمہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اور حدیث من کان مستنا فلیستن بمن قدمات جو .... گذر چکی ہے اور ایسی اور ۔ انتہیٰ)

سے ثابت ہوا کہ جس طریق پر صحابہ رضی اللہ عنھم تھے ۔ وہی رسول اللہ ﷺ لیکر آئے تھے ۔ اور وہی اللہ کو پسند تھا ۔ چونکہ اس پر اتفاق ہے اس لئے زیادہ

حوالوں کی ضرورت نہیں ۔ صرف تنبیہ کے لئے ۔ ایک آیت اور دو حدیثیں ذکر کر دی ہیں ۔ اب سنیے صحابہ رضی اللہ عنہم کس طریق پر تھے :

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر کا طریق

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 38 لغایت ص 40 میں بحوالہ دارمی لکھتے ہیں :

کان ابو بکر إذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فإن وجد فیہ ما یقضی بینھم قضی بہ وإن لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ وسلم سنة قضی بہ فإں أعیاہ خرج فسأل المسلمین فربما اجتمع علیہ النفر کلھم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ قضاء فیقول الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فإن أعیاہ أن یجدہ سنة من رسول اللہ جمع رؤوس الناس وخیارھم فاستشارھم فإذا اجتمع رأیہ علی أمر قضی بہ

یعنی حضرت ابو بکر صدیق کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا ۔ تو اللہ کی کتاب میں نظر کرتے اگر اس میں پاتے تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے ۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث معلوم ہوتی تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے ۔ اگر حدیث بھی معلوم نہ ہوتی تو باہر نکل کر مسلمانوں سے دریافت کرتے ۔ دریافت کرنے سے بعض دفعہ کئی شخص ایسے مل جاتے جو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ذکر کرتے ۔ حضرت ابو بکر صدیق کہتے اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو رسول اللہ کے فیصلے محفوظ ہیں ۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی نہ ملتی تو بڑے لوگوں کو اور ان کے بہتر کو جمع کر کے مشورہ لیتے ۔ پس جب کسی بات پر ان کی رائے متفق ہو جاتی تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے ۔

خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب کا طریق

وعن شریح أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کتب إلیہ أن جاءک شیئ فی کتاب اللہ فاقض بہ ولا یلتفت عنہ الرجال فإن جاءک ما لیس فی کتاب اللہ فانظر سنة رسول اللہ فاقض بھا فإن جاءک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ وإن جاءک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یتکلم فی أحد قبلک فاختر أی الأمرین شئت إن شئت أن تتأخر فتأخر ولا أری التأخر إلا خیر الک ۔

اور شریح سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے میری طرف لکھا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے ۔ جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو ۔ اس سے تمہیں لوگ نہ پھیر دیں اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ ﷺ کو دیکھو اور اس کے ساتھ فیصلہ کرو ۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو ۔ نہ اس میں سنتِ رسول اللہ ﷺ ہو تو جس بات پر لوگوں کا اجتماع ہو اس کو لو ۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ اس میں سنت رسول اللہ ﷺ ہو نہ تجھ سے پہلے اس میں کسی نے کلام کی ہو ۔ تو دو باتوں سے جونسی بات چاہو اختیار کرو ۔ اگر اپنی رائے کی ساتھ اجتہاد کر کے آگے بڑھنا چاہو تو آگے بڑھو ۔ اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو پیچھے ہٹنا میں تمہارے لیے بہتر دیکھتا ہوں ۔

عبد اللہ بن مسعود کا طریق

وعن عبد اللہ بن مسعود قال أتی علینا زمان لسنا نقضی ولسنا ھنالک وإن اللہ قدر من الأمر أن قد بلغنا ما ترون فمن عرض لہ قضاء بعد الیوم فلیقض فیہ بما فی

كتاب الله عزوجل فإن جاءه ماليس في كتاب الله فليقض بما قضى به رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن جاءه ماليس في كتاب الله ولم يقض به رسول الله صلى الله عليه وسلم فليقض بما قضى به الصالحون ولايقل إني أخال وإني أرى

اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہ ہم پر ایک زمانہ آیا تھا کہ نہ ہم فیصلہ کرتے تھے نہ فیصلہ کرنے کے لائق تھے۔ اور تقدیر الٰہی میں یہ تھا کہ ہم اس مرتبہ کو پہنچیں جو تم دیکھ رہے ہو۔ پس جس کو آج کے بعد کوئی ایسا فیصلہ پش آ جائے۔ جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرے اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ کے فیصلہ کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہو۔ تو نیک لوگوں کے فیصلے کے ساتھ فیصلہ کرے اور یوں نہ کہے کہ میرا خیال اس طرح ہے اور میری رائے یہ ہے۔

ابن عباس کا طریق

وکان ابن عباس إذا سئل عن الأمر في القرآن أخبر به وإن لم يكن في القرآن وكان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخبر به فإن لم يكن فعن ابي بكر وعمر رضى الله عنهما فإن لم يكن قال فيه برأيه. (انتهى ملخصاً)

ابن عباس جب کوئی مسئلہ پوچھے جاتے۔ جو قرآن مجید میں ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ سے ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے۔ اگر رسول اللہ ﷺ سے بھی نہ ہوتا تو ابو بکر اور عمر

حاشیہ

(عبداللہ بن عباس کا حضرت ابو بکر کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم سمجھنا اس کی وجہ شاید یہ حدیث ہوگی ''اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر و عمر'' یعنی میرے بعد دو شخصوں کی اقتدا کرو یعنی ابو بکر اور عمر کی۔ پھر ان کی رائے کو مقدم کرنا۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جس بات پر ابو بکر اور عمر دونوں متفق ہوں۔ اس کو اپنی رائے پر مقدم کرتے تھے۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ مل جائے جس میں صرف ایک کی رائے معلوم ہو۔ دوسرے کی معلوم نہ ہو اور اس وقت ابن عباس نے اس کی پابندی نہ کی ہو۔ تو پہلا احتمال صحیح ہوگا، دوسرا غلط۔ اگر ایسا مسئلہ نہ ملے تو دونوں احتمال صحیح ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ابن عباس حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی رائے کو اپنی رائے پر اس لیے مقدم سمجھتے ہوں کہ ابن عباس بچے تھے۔ ہجرت سے کل دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ تو جو احاطہ آپ کے حالات کا حضرت ابو بکر اور عمر کو تھا وہ ابن عباس کو نہ تھا۔ فافہم۔ 12)

سے خبر دیتے اگر ان سے بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے کہتے۔

مقلد جاہل ہوتا ہے

علامہ شوکانی رحمہ اللہ القول المفید میں فرماتے ہیں:

قال سند بن عنان المالکی فی شرحہ علی مدونۃ سحنون المعروفۃ بالأم مالفظہ :

أما مجرد الاقتصار علی محض التقلید فلا یرضی بہ رجل رشید وقال ایضا نفس المقلد لیس علی بصیرۃ ولا یتصف من العلم بحقیقۃ إذ لیس التقلید بطریق إلی العلم بوفاق أہل العلم وإن نزعنا فی ذلک أبدینا برہانہ فنقول قال اللہ تعالی :

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (ص 26)

وقال :

بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (النساء 105)

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (بنی إسرائیل 36)

وقال :

وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (البقرۃ 169)

ومعلوم أن العلم ومعرفۃ المعلوم علی ما ہو بہ فنقول للمقلد إذا اختلفت الأقوال وتشعبت من أین تعلم صحۃ قول من قلدتہ دون غیرہ أو صحۃ قربۃ علی قربۃ أخری ولا یبدر کلاما فی ذلک إلا انعکس علیہ فی نقیضہ سیما إذا عرض لہ ذلک فی مزیۃ لامام مذہبہ الذی قلدہ اور قربۃ یخالفہا لبعض أئمۃ الصحابۃ إلی أن قال أما التقلید فہو قبول قول الغیر من غیر حجۃ فمن أین یحصل بہ علم ولیس لہ مستند إلی قطع .

یعنی محض تقلید پر کفایت کرنا اس کو تو کوئی دانا پسند نہیں کرتا اور مقلد بینائی پر نہیں اور نہ مقلد حقیقت میں علم سے موصوف ہوسکتا ہے۔ کیونکہ تقلید بالاتفاق علم کا راستہ نہیں۔ اگر کوئی دلیل مانگے تو ہم کہیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حق کے ساتھ فیصلہ کرواور فرماتا ہے اس شیئ کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ تیری رائے میں ڈالے اور فرماتا ہے اللہ پر وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم معرفتِ معلوم کا نام ہے۔ اس حال پر جس حال پر وہ ہو۔ پس ہم مقلد کو کہتے ہیں جب اختلاف ہوجائے تو تجھے اپنے امام کے قول کی صحت اور ایک عبادت کی دوسری عبادت پر ترجیح کس طرح معلوم ہے۔ مقلد آگے سے جواب میں جو کچھ کہے گا وہ اسی پر لوٹ جائے گا۔ (کیونکہ جب وہ دلیل دے گا تو اس کو کہا جائے گا کہ جس کے اندر استدلال کا مادہ ہوتا ہے وہ مقلد نہیں ہوسکتا۔ پس تیرا تقلید پر استدلال کرنا ہی تیرے دعوی کو توڑ رہا ہے) خصوصاً جبکہ ایسی گفتگو مقلد کے امام کی کسی فضیلت میں شروع ہوجائے۔ (کیونکہ کسی امام کی فضیلت بحیثیت مجتہد ہونے کے مجتہد ہی معلوم کرسکتا ہے۔ مقلد کو کیا معلوم کہ میرا امام اجتہاد میں زیادہ تھا یا کوئی اور) یا کسی عبادت میں گفتگو شروع ہوجائے۔ جو بعض ائمہ صحابہ رضی اللہ عنھم اس کے مخالف ہوں۔ (کیونکہ عبادات کا معاملہ ذرا نازک ہے تو مقلد اس میں نہایت بعید ہے) بہر حال تقلید کہتے ہیں ''کسی کا قول بغیر دلیل کے لینا'' پس تقلید علم کا ذریعہ کس طرح بن سکتی ہے۔ (اگر علم ہوتا تو تقلید کی ضرورت ہی نہ ہوتی) اور نہ تقلید کا اعتماد قطع پر ہے بلکہ شبہ پر ہے۔

تقلید بدعت ہے

وهو ایضاً فی نفسه بدعة محدثة لانا نعلم بالقطع اَن الصحابة رضوان الله علیهم لم یکن فی زمانهم وعصرهم مذهب لرجل معین یدرک اَو یقلد وانما کانوا یرجعون فی النوازل إلی الکتاب والسنة اَو إلی ما یتحض بینهم من النظر عند فقد اللیل

اور تقلید فی نفسہ بھی بدعت ہے ، محدث ہے ۔ کیونکہ ہم قطعاً جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہیں تھا ۔ جو اس کو حاصل کیا جائے یا اس کی تقلید کی جائے اور سوائے اس کے نہیں کہ حادثوں میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے جبکہ کتاب وسنت میں دلیل نہ ملتی ۔

تابعین کا طریق

وکذلک تابعوهم ایضا یرجعون إلی الکتاب والسنة فإن لم یجدوا نظروا اما اَجمع علیه والصحابة فإں لم یجدوا اجتهدوا واختار بعضهم قول صحابی فراٰه الاَقوی فی دین الله تعاٰلی

اوراسی طرح تابعین کی حالت تھی ۔ وہ بھی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے ۔ پس اگر کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ پاتے تو اس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کا اجماع ہے ۔ اگر اجماع بھی نہ پاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے ۔ اور بعض ان کے صحابی کے قول کو لیتے ۔ پس اس کو اللہ کے دین میں اقوی سمجھتے ۔

ائمۂ اربعہ کا طریق

ثم کان القرن الثالث وفیه کان ابو حنیفة ومالک والشافعی وابن حنبل فإن مالکا توفی سنة تسع وسبعین ومائة وتوفی ابو حنیفة سنة خمسین ومائة وفی هذه السنة ولد الإمام الشافعی وولد ابن حنبل سنة اَربع وستین ومائة وکانوا علی منهاج من مضی لم یکن فی عصرهم مذهب رجل معین یتدارسونه وعلی قریب منهم کان اَتباعهم فکم من قولة لمالک ونظرائه خالفه فیها اَصحابه ولو نقلنا لک ذلک لخرجنا عن مقصود ذلک الکتاب ماذاک إلا لجمعهم اٰلات الاجتهاد وقدرتهم علی ضروب الاستنباطات .. ولقد صدق الله نبیه فی قوله خیر القرونه قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ذکر بعد قرنه قرنین والحدیث فی صحیح البخاری .

پھر تیسرا قرن ہوا اور اس میں ائمۂ اربعہ تھے ۔ کیونکہ امام مالک سنہ 179ھ میں فوت ہوئے اور امام ابو حنیفہ سنہ 150ھ میں فوت ہوئے اور اسی سنہ 150ھ میں امام شافعی پیدا ہوئے اور امام احمد سنہ 164ھ میں پیدا ہوئے ۔ یہ سب گذشتہ لوگوں کے طریق پر تھے ان کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہ تھا جس کا درس ہو اور ان کے اتباع بھی انہی کے قریب تھے ۔ امام مالک کے بہت سارے اقوال اور اجتہادات ایسے ہیں جن میں ان کے اصحاب مخالف ہیں اگر ہم سب اقوال نقل کریں تو کتاب کے اصل مقصد سے نکل جائیں ۔ اس کا سبب یہی تھا کہ ان کو اسباب اجتہاد حاصل تھے اور استنباط کی قسموں پر قادر تھے (جو لوگ اماموں کے اصحاب کو اماموں کے مقلد کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ

کواس قول میں سچا کردیا کہ بہتر زمانہ میرا ہے پھر جوان کے نزدیک ہیں پھر جوان کے نزدیک ہیں ۔اپنے زمانہ کے بعد دوزمانوں کا ذکر کیا اوریہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ۔

اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنھم

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص 630 میں ہے :

أجمع الصحابة علی أن من استفتی أبا بکر و عمر أمیری المومنین فله أن یستفتی أبا ہریرة ومعاذ بن جبل وغیر ھما ویعمل بقولھم من غیر نکیر.

صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ابو بکر اور عمر سے فتوی پوچھے وہ ابو ہریرۃ اور معاذ بن جبل اور ان کے سوا اوروں سے بھی فتوی پوچھ کر عمل کرسکتا ہے ۔ کسی کو اس سے انکار نہیں ۔

شاہ ولی اللہ کا فیصلہ

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ صاحب انصاف کے ص 59 میں لکھتے ہیں :

قال ابن الھمام فی آخر التحریر کانوا یستفتون مرة واحدا ومرة غیرہ غیر ملتزمین مفتیا واحدا.

ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کبھی کسی سے فتوی پوچھتے تھے کسی سے ایک مفتی کا التزام نہ تھا ۔

تقلید چوتھی صدی کے بعد کی پیداوار ہے

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں :

اعلم أن الناس کانوا قبل المائة الرابعة غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینه قال ابوطالب المکی فی قوت القلوب : إن الکتب والمجموعات محدثة والقول بمقالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحکایة له من کل شیئ والتفقه علی مذھبه لم یکن الناس قدیما علی ذلک فی القرنین الأول والثانی أنتھی أقول وبعد القرنین حدث فیھم شیئ من التخریج غیر أن أھل المائة الرابعة لم یکونوا مجتمعین علی التقلید الخالص علی مذھب واحد والتفقه له والحکایة لقوله کما یظھر من التتبع بک کان فیھم العلماء والعامة وکان من خبر العامة أنھم کانوا فی المسائل الإجماعیة التی لا اختلاف فیھا بین المسلمین أو جمھور المجتھدین لا یقلدون إلا صاحب الشرع وکانوا یتعلمون صفة الوضوء والغسل الصلوة والزکوة ونحو ذلک من آبائھم أو معلمی بلدانھم فیمشون حسب ذلک وإذا وقعت لھم واقعة استفتوا فیھا أي مفت وجدوا من غیر تعیین مذھب

جان لے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ مذہب معین کی تقلید خالص پر جمع نہ تھے ۔ ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں : کہ کتب اور مجموعات

(مذہبی) بدعت ہیں اور لوگوں کے اقوال کا قائل ہونا اور لوگوں سے ایک شخص کے مذہب پر فتوی دینا اور اس کے قول کو لینا اور ہر مسئلہ میں اس کے قول کی حکایت کرنا اور اس کے مذہب کی فقہ حاصل کرنا قدیم زمانے کے لوگ اس پر نہ تھے۔ یعنی قرن اول وثانی میں انتہی۔ میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ قرن اول اور ثانی کے بعد ان میں کچھ تخریج (یعنی امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلانا یہ بات ان میں) قدرے پیدا ہوگئی۔ مگر پھر بھی چوتھی صدی کے لوگ اس مذہب کی تقلید خالص پر اور اس کے اندر فقاہت پیدا کرنے پر اور اسی مذہب کے قول کی حکایت کرنے پر جمع نہ تھے۔ جیسا جستجو سے ظاہر ہے بلکہ ان میں علماء بھی تھے۔ اور عوام بھی۔ عوام مسائلِ اتفاقیہ اور جمہوریہ میں سوا صاحب شرع کے کس کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالتے تھے۔ وضو، غسل، نماز، زکوۃ وغیرہ کا طریقہ اپنے ماں باپ سے یا اپنے شہروں کے معلموں سے سیکھتے اور جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سوا تعیینِ مذہب کے جس مفتی سے اتفاق پڑتا مسئلہ پوچھ لیتے۔

اہل حدیث کا مسلک

وکان من خبر الخاصۃ انہ کان اہل الحدیث منہم یستغلون بالحدیث فیخلص الیہم من احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم واثار الصحابۃ مالایحتاجون معہ الی شئی آخرفی المسئلۃ من حدیث مستفیض او صحیح قد عمل بہ بعض الفقہاء ولاعذر لتارک العمل بہ اواقوال متظاہرۃ لجمہور الصحابۃ والتابعین ممالایحسن مخالفتہا فان لم یجد فی المسئلۃ مایطمئن بہ قلبہ لتعارض النقل وعدم وضوح الترجیح ونحو ذلک رجع الی کلام بعض من مضی من الفقہاء فان وجد قولین اختار اوثقہما سواء کان من اہل المدینۃ اومن اہل کوفۃ وکان اہل التخریج منہم یخرجون فیما لایجدونہ... مصرحا ویجتہدون فی المذہب وکان ہؤلاء ینسبون الی مذہب اصحابہم فیقال فلان شافعی وفلان حنفی وکان صاحب الحدیث ایضا قد ینسب الی احد المذاہب لکثرۃ موافقہ بہ کالنسائی والبیہقی ینسبان الی الشافعی فکان لا یتولی القضاء ولاالافتاء الا مجتہد ولایسمی الفقیہ الا مجتہد ثم بعد ہذہ القرون کان ناس اخرون ذہبوا یمینا وشمالا وحدث فیہم امور منہا الجدل والخلاف فی علم الفقۃ (باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدہا ص 157۔158)

اور خواص لوگوں سے جو اہلحدیث تھے۔ وہ حدیث کے ساتھ مشغول رہتے۔ احادیث نبویہ اور آثار صحابہ ان کو اس قدر پہنچتے کہ کسی مسئلہ میں ان کو اور چیز کی احتیاج نہ رہتی۔ حدیث مشہور یا صحیح پہنچتی۔ جس پر فقہا (مجتہدین) سے کسی نے عمل کیا ہو اور اس کے تارک کے لیے کوئی عذر نہ رہا ہو یا جمہور صحابہ اور تابعین کے اقوال پہنچتے جو ایک دوسرے کے مؤید ہیں جن کی مخالفت اچھی نہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں تعارض نقل کی وجہ سے اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے اطمینان قلب نہ ہوتا تو فقہا متقدمین میں سے کسی کے اقوال کی طرف رجوع کرتے۔ پس اگر دو قول ہوتے تو زیادہ پختہ قول کو اختیار کرتے۔ خواہ مدینہ والوں کا ہو یا کوفہ والوں کا۔ اور اہل تخریج (جو امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلائے) وہ جس مسئلہ میں صریح قول نہ پاتے مذہب میں اجتہاد کرکے مسئلہ بتاتے اور یہ لوگ اپنے اماموں کے مذہب کی طرف نسبت کیے جاتے۔ مثلاً کہا جاتا کہ فلاں شافعی ہے اور فلاں حنفی ہے اور کبھی اہل حدیث کو بھی بہت مسائل میں کسی مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اس مذہب کی طرف نسبت کرتے۔ جیسے نسائی اور بیہقی شافعی کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں۔ پس اس وقت قاضی اور مفتی مجتہد ہی ہوتا تھا۔ اور مجتہد ہی کا نام فقیہ رکھتے تھے۔ پھر ان زمانوں کے بعد اور لوگ پیدا ہوگئے۔ جو دائیں بائیں جانے لگے اور کئی امور ان میں نئے پیدا ہوگئے۔ جن سے جھگڑا اور خلاف بھی ہے جو علم فقہ میں ہے۔

حدیث کے مقابلہ میں مفتی کے قول یا فتویٰ کی کوئی اہمیت نہیں

چونکہ یہ بات (یعنی خیر قرون کا طریق) بھی مسلّم ہے۔ اس لیے انہی تین چار حوالوں پر اکتفا کرکے یہ بتلاتے ہیں۔ کہ حدیث رسول کے مقابلے میں کسی مفتی کے فتویٰ یا کسی کے قول کی رعایت ہوتی تھی یا نہ۔

وقد تواتر عن الصحابۃ والتابعین انہم کانوا اذا بلغہم الحدیث یعلمون بہ من غیر ان یلاحظوا شرطا۔

صحابہ اور تابعین سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ جب ان کو حدیث پہنچی تو اس پر عمل کرتے بغیر اس کے کہ کسی شرط کی رعایت کریں۔

دارمی کے ص 44 میں ہے:

قال ابن عباس اما تخافون ان تعذبوا ویخسف بکم ان تقولوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال فلان

یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ تم ڈرتے نہیں کہ عذاب کیے جاؤ یا زمین میں دھنسائے جاؤ: اس بات پر کہ تم کہتے ہو رسول ﷺ نے کہا اور فلاں نے کہا یعنی رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل فلاں کا ذکر کرتے ہو۔

حدیث کے مقابلہ میں ابو بکر اور عمر کی رائے پر عمل کرنا ہلاکت کا سبب ہے

تذکرۃ الحفاظ جلد 3 ص 53 میں محمد بن عبدالملک کے ترجمہ میں ہے۔

عن ابن عباس قال تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عروۃ نہی ابو بکر و عمر عن المتعۃ فقال ابن عباس ما تقول عروۃ قال نہی ابو بکر و عمر فقال اراہم سیہلکون اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلعم ویقولون قال ابو بکر و عمر قال ابن حزم انہا لعظیمۃ ما رضی بہا قط ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما

یعنی ابن عباس نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے تمتع کیا عروہ نے کہا ابو بکر اور عمر نے تمتع سے منع کیا۔ ابن عباس نے کہا کہ اے عروہ تو کیا کہتا ہے؟ کہا ابو بکر اور عمر نے منع کیا ابن عباس نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے میں کہتا ہوں رسول اللہ نے کہا اور یہ کہتے ہیں۔ ابو بکر اور عمر نے کہا ابن حزم کہتے ہیں یہ بہت بڑی بات ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کبھی اس کو پسند نہ کرتے۔

عبداللہ بن عمر عنہ کی غیرت

ترمذی طبع مجتبائی کے ص 101 میں ہے:

عن ابن شہاب ان سالم بن عبداللہ حدثہ انہ سمع رجلا من اہل الشام وہو یسال عبداللہ بن عمر عن التمتع بالعمرۃ الی الحج فقال عبداللہ بن عمر ہی حلال فقال الشامی ان اباک قد نہی عنہا فقال عبداللہ بن عمر ارایت ان کان ابی نہی عنہا وضعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال الرجل بل امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لقد صنعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سالم بن عبداللہ نے ایک شخص کو اہل شام سے سنا کہ عبداللہ بن عمر سے تمتع کی بابت سوال کرتا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا حلال ہے سائل نے کہا تیرے باپ (عمر) نے تو اس سے منع کیا۔ عبداللہ بن عمر نے کہا بھلا یہ بتلا کہ میرے باپ نے اس سے روکا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو۔ تو کیا میرے باپ کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ ﷺ کا۔ سائل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا عبداللہ بن عمر نے کہا۔ بس پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کیا ہے۔ نیز ترمذی طبع مجتبائی کے ص 110 میں ہے۔

سمعت ابا السائب یقول کنا عند وکیع فقال الرجل ممن ینظر فی الرائی اشعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول ابو حنیفۃ ہو مثلۃ قال الرجل فانہ قدوری عن ابراہیم النخعی انہ قال الاشعار مثلہ قال فرایت وکیعا غضب غضبا شدیدا وقال اقول لک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتقول قال ابراہیم ما احقک ان تجس ثم لا تحرج حتی تنزع عن قولک ہذا۔

میں نے ابو سائب سے سنا کہتے تھے۔ کہ ہم وکیع کے پاس تھے وکیع نے ایک شخص اہل رائے کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا ہے۔ اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ یہ مثلہ ہے۔ اس شخص نے کہا ابراہیم نخعی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ وکیع بڑے جوش میں آگئے اور فرمایا کہ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو کہتا ہے ابراہیم نے کہا کس قدر لائق ہے کہ تو قید کیا جائے۔ پھر قید سے نہ نکالا جائے یہاں تک کہ اس بات سے توبہ کرلے۔

مسلم جلد اول طبع انصاری ص 48 میں ہے۔

ان ابو قتادۃ حدث قال کنا عند عمران بن حصین فی رہط منا وفینا بشیر بن کعب فحدثنا عمران یومئذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحیاء خیر کلہ او قال الحیاء کلہ خیر فقال بشیر بن کعب انا النجد فی بعض الکتب او الحکمۃ ان منہ سکینۃ ووقارا للہ ومنہ ضعف قال فغضب عمران حتی احمرتا عیناہ وقافل الا اریٰ احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعارض فیہ قال فاعاد عمران الحدیث قال فاعاد بشیر فغضب فما زلنا نقول انہ منا یا ابا نجید انہ لا باس بہ

یعنی ابو قتادہ کہتے ہیں۔ کہ ہم عمران بن حصین کے پاس تھے ایک جماعت میں اور ہم میں بشیر بن کعب بھی تھا۔ پس عمران نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ حیا سب خیر ہے بشیر نے کہا ہم بعض کتابوں یا حکمت میں پاتے ہیں کہ بعض حیاء اطمینان اور اللہ کے لیے عزت ہے اور بعض حیاء ضعف ہے۔ عمران غضب میں آگئے یہاں تک کہ آنکھیں سرخ ہوگئیں اور فرمایا کہ میں رسول کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس کا معارضہ کرتا ہے۔ پھر حدیث کو لوٹایا بشیر نے بھی اپنے کلام کو لوٹایا عمران زیادہ غضب میں آگئے۔ ہم ان کا غضب کم کرنے کے لیے یہی کہتے رہے کہ بشیر ہم سے ہے اس کے ساتھ ڈر نہیں۔ یعنی یہ منافق یا بدعتی نہیں۔ (حوالہ)

اس قسم کے تشددات سلف کے حدیث کی بابت بہت تھے۔ دیکھئے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر نے عورتوں کے مسجد میں جانے کی بابت حدیث سنائی۔ تو ان کے بیٹے نے کہا وہ بہانہ بنالیتی ہیں ہم تو روکیں گے۔ بس اتنی بات پر ایسے سخت ناراض ہوئے کہ مرتے دم تک اس سے کلام نہیں کی۔ کیونکہ ایمان کا تقاضا یہ نہیں کہ حدیث کے سامنے انسان چون وچرا کرے یا کسی کے قول اور فتویٰ کی رعایت رکھے۔ اسی واسطے امام مالک کہتے ہیں ایسا کوئی

شخص نہیں جس کی ساری باتیں لی جائیں۔ مگر صاحب اس قبر کا یعنی رسول اللہ ﷺ ہاں اگر قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو کسی سے پوچھ لے۔ لیکن التزام ایک کا نہ کرے۔ بلکہ جس سے اتفاق پڑے پوچھ لے اور پوچھے بھی یوں کہ اس مسئلہ میں خدا رسول کا کیا حکم ہے۔ نہ یوں کہ فلاں امام کا کیا مذہب ہے۔ کیونکہ صحابہ کے زمانہ میں ایک مذہب کا التزام نہ تھا نہ کوئی یہ خیال رکھتا تھا نہ قرآن وحدیث میں ایک کی تعیین کی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق فرمایا

''فَسْئَلُوْٓا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' (سورۃ الانبیاء: 7)

یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لو۔ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

انما شفاء العی السوال (مشکوۃ باب التیمم)

یعنی جہالت کی شفاء پوچھنا ہے ایک مذہب کی تعیین کرنا اس آیت وحدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ نے ایک کی تعیین کی ہے نہ رسول اللہ ﷺ نے۔ بلکہ آیت وحدیث میں مطلق ہے تو اب کسی دوسرے کو کیا اختیار ہے کہ وہ تعیین کرے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ ٹھیٹھ اسلام میں تین باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث کا صاف فیصلہ ہوتے ہوئے کسی کے قول یا فتوی کی رعایت نہ رکھے۔ دوسری یہ کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے فیصلہ نہ ملے تو وہاں پہلے لوگوں کے فیصلہ کو اپنی رائے پر مقدم کرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر خود قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو بغیر التزام تعیین مذہب کے کسی سے مسئلہ قرآن وحدیث کا پوچھ لے۔ بس یہی ٹھیٹھ اسلام ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لیکر آئے تھے۔ اور اسی پر صحابہ کو چھوڑ کر رخصت ہوئے اب جتنا کوئی...اس روش سے ہٹے گا۔ اتنا ہی حق سے دور ہوگا اور جتنا اس سے نزدیک ہوگا اتنا ہی حق سے نزدیک ہوگا۔

مسلک اہل حدیث اور ٹھیٹھ اسلام میں کوئی فرق نہیں

اب ہم بتلاتے ہیں کہ وہ کونسا فرقہ ہے جو اس روش پر قائم ہے اس کے بتلانے کی ضرورت تو نہ تھی۔ کیونکہ ہر ایک کا طرز عمل ہی اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ میں اس روش سے کتنا دور ہوں اور کتنا نزدیک ہوں۔ لیکن جس فرقہ کو ہم اس روش پر بتلانا چاہتے ہیں۔ اس کے طرز عمل پر چونکہ غور نہیں کیا جاتا اور دور دور ہی سے ان کو لامذہب اور ائمہ دین کے حق میں بے ادب اور گستاخ کہہ کر کوسا جاتا ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان کا طرز عمل تحریر میں لائیں۔ تاکہ کسی بھولے بھٹکے کو اس تحریر کے دیکھنے کا اتفاق ہو تو شاید برا کہنے سے باز آجائے۔ اور اگر زیادہ اس کی خوش قسمتی ہو تو یہی طرز عمل اختیار کرے۔ اگرچہ اس طرز عمل کا کچھ ذکر حجتہ اللہ کی عبادت میں ص 62 پر بھی گزر چکا ہے۔ لیکن یہاں قدرے تفصیل مطلوب ہے پس سنیئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 36 لغایت ص 38 پر اہل حدیث کا طرز عمل بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ :

اہل حدیث کی یہ رائے نہ ہوئی کہ پہلے لوگوں میں سے کسی ایک کی تقلید کریں۔ کیونکہ وہ دیکھتے کہ پہلے لوگوں میں سے ہر ایک کے مذہب کے خلاف کئی احادیث اور آثار ہیں (تو اگر ایک کی تقلید کرتے تو ان احادیث اور آثار کو چھوڑنا پڑتا حالانکہ طالب حق ایسا نہیں کر سکتا) پس انہوں نے ایسے چند قواعد کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین و مجتہدین کی جستجو اختیار کی۔ جو انہوں نے اپنے دلوں میں محکم کر رکھے تھے میں ان قواعد کو مختصر عبارت میں تیرے لیے بیان کرتا ہوں (وہ یہ ہے) جب کوئی مسئلہ قرآن میں صراحتہً ہوتا تو پھر کسی اور طرف نہ جاتے۔ جب قرآن میں کئی معنوں کا احتمال ہوتا تو حدیث فیصلہ کرنے والی ہوتی۔ پس جب کتاب اللہ میں کوئی مسئلہ نہ پاتے تو حدیث کو لیتے خواہ وہ حدیث فقہاء میں مشہور ہو یا ایک شہر والوں نے یا ایک گھر والوں نے روایت کی ہو یا صرف ایک ہی سند سے مروی ہو۔ اور خواہ صحابہ یا فقہاء نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ اور جب کسی مسئلہ میں حدیث ہوتی تو پھر اس مسئلہ میں اس حدیث کے خلاف کسی کے قول یا اجتہاد کی تلاش نہ کرتے اور جب کسی مسئلہ میں باوجود پوری تلاش کے کوئی حدیث نہ پاتے تو جماعت صحابہ کے اقوال اور جماعت تابعین کے اقوال لیتے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک قوم کے پابند نہ رہتے۔ جیسے ان سے پہلے لوگ کرتے تھے۔ پس جس مسئلہ پر جمہور علماء اور فقہاء متفق ہوتے اسی کی اتباع کرتے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو خلفاء اور فقہاء میں سے جو زیادہ عالم اور پرہیز گار ہوتا اس کی حدیث کو لیتے یا اس کی حدیث لیتے۔ جو حدیث میں ان کے نزدیک زیادہ ضبط والا یا زیادہ مشہور ہوتا۔ پس اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا جس میں دو قول برابر ہوتے (یعنی دلیل کی رو سے ایک دوسرے پر ترجیح نہ ہوتی) تو وہ مسئلہ دو قول والا ہوتا۔ پس اگر اقوال صحابہ وتابعین سے بھی عاجز ہو جاتے (یعنی کسی کو قول نہ پاتے) تو قرآن وحدیث کے عمومات اور اشارات میں اور ان معانی میں جن کو عبارت چاہتی ہے غور کرتے (یعنی قرآن وحدیث میں اجتہاد) اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر حمل کرتے، جبکہ دونوں مسئلے سرسری نظر سے ایک دوسرے کے قریب ہوتے (یعنی آپس میں بہت مشابہ ہوتے) اور (دوسرے فقہاء کی طرح) اصول کے (مقررہ) قواعد پر اعتماد نہ رکھتے بلکہ جو فہم کی طرف پہنچتا اور جس سے سینہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے (یعنی دل تسلی پکڑتا ہے) اس پر اعتماد کرتے۔ جیسے کہ تواتر کے لیے کوئی عدد مقرر نہیں۔ نہ نقل کرنے والوں کے اوصاف کا اعتبار ہے۔ بلکہ جتنے عدد سے یقین ہو جائے (خواہ عدد تھوڑا ہو یا بہت اور نقل کرنے والے عادل ہوں یا غیر عادل) جیسا کہ صحابہ کے حال میں ہم نے اس پر آگاہ کیا ہے (یعنی جیسے صحابہ کی بھی بالکل یہی حالت تھی کہ ان کا مقررہ قواعد پر اعتماد نہ تھا بلکہ جس طرح دل کی تسلی ہوتی اس پر اعتماد کرتے) اور یہ اصول اہلحدیث کے پہلے لوگوں (یعنی سلف) کے طرز عمل اور ان کی تصریحات سے لیے گئے۔ (چنانچہ سلف کے طرز عمل کی تفصیل ہو چکی ہے)

اہل حدیث پر طعن دراصل صحابہ پر طعن ہے

ناظرین! اہل حدیث کے اس طرز عمل کا مقابلہ صحابہ کی روش سے کر کے بتلائیں۔ کہ اہل حدیث کیسے صحابہ کے قدم بقدم ہیں۔ حریفوں پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اہل حدیث پر طعن کرتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ ہم درحقیقت صحابہ پر طعن کر رہے ہیں۔ ہاں اگر صحابہ کی روش کسی کو پسند نہ ہو تو اس کی مرضی وہ جتنا چاہے طعن کرے۔ ایسے طعن کرنے والے پر کچھ افسوس نہیں کیونکہ وہ تو اپنے اسلام ہی کی خیر منائے بیٹھا ہے۔ لیکن جو صحابہ کو اچھا کہتا ہے وہ خدا جانے کیوں طعن کرتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ

بر بزرگاں سخن بسوئے خوداست تف بسوئے فلک بروئے خوداست

طائفہ منصورہ اہل حدیث ہیں

اور سب سے بڑھ کر اس شخص پر افسوس ہے جو مذہب اہلحدیث کو نیا سمجھتا ہے۔ حالانکہ جو طرز عمل سلف کے موافق ہو اور عین ٹھیٹھ اسلام ہو اس کے نیا ہو نیکی کوئی صورت ہی نہیں۔ خصوصاً جبکہ حدیث لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق کے مصداق بھی اہلحدیث ہی ہوں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک فرقہ کے ہمیشہ حق پر رہنے کی پشین گوئی فرمائی ہے۔

امام بخاری کی شہادت

امام بخاری کہتے ہیں اس سے مراد اہل علم یعنی اہلحدیث ہیں۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک اصل علم حدیث کا علم ہے۔ اسی لیے امام بخاری نے اپنے استاد علی بن مدینی سے نقل کیا ہے۔ ہم اصحاب الحدیث یعنی اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔

امام احمد کی شہادت

امام احمد کہتے ہیں کہ

ان لم یکونوا اہل الحدیث فلا ادری من ہم

یعنی اگر اس سے مراد اہلحدیث نہ ہوں تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون ہیں۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جز 29 ص 671

اکابر اہل حدیث

اس کے علاوہ اور سنئیے شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 35 میں لکھتے ہیں

فکان رؤس ہؤلاء عبدالرحمن بن مہدی ویحیی بن سعید القطان ویزید بن ہارون وعبدالرزاق وابو بکر بن ابی شیبۃ ومسدد وہنا رواحمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ والفضل بن دکین وعلی بن المدینی واقرا ہنم۔

یعنی اہل حدیث کے بڑے یہ لوگ ہیں عبدالرحمن بن مہدی۔ یحیٰ بن سعید۔ قطان یزید بن ہارون۔ عبدالرزاق۔ ابو بکر بن ابی شیبہ۔ مسدد۔ ہناد۔ احمد بن حنبل۔ اسحق بن راہویہ۔ فضل بن دکین۔ علی بن مدینی اور ان کی مثل۔

بتلائیے ان لوگوں کا مذہب نیا تھا یا پرانا۔ اصل میں جن لوگوں نے مذہب اہل حدیث کو نیا سمجھا ہے ان کو مذہب ہندوستان سے دھوکا لگا ہے۔ کیونکہ

ہندوستان میں پچاس ساٹھ سال سے کچھ قبل مذہب اہلحدیث کا چنداں چرچا نہ تھا اس سے بعض کوتہ نظروں نے یہ سمجھ لیا کہ مذہب اہل حدیث کی عمر ہی کل پچاس ساٹھ سال کی ہے۔۔ حالانکہ اس کی عمر سب مذاہب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ سب مذاہب سے پہلے موجود تھا۔ اور جب نئے مذاہب پیدا ہوگئے تو بھی ہر زمانہ میں موجود رہا۔ اور آئندہ بھی رہے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق۔

فتاویٰ ابن باز

جلداول